پت جھڑ رُت میں

نازیہ کنول نازی

بت جھڑ رت میں..........نازیہ کنول نازی

تمہیں بخشی ہے دل پہ حکمرانی اور کیا دیتے
یہی ہے بس ہماری راج دھانی اور کیا دیتے
ستاروں سے کسی کی مانگ بھرنا اک فسانہ تھا
تمہارے نام لکھ دی زندگانی اور کیا دیتے
وہ ہم سے مانگتا تھا عمر کا اک دل نشیں حصہ
نہ دیتے اس کو ہم اپنی جوانی اور کیا دیتے
بچھڑتے وقت اس کو اک نہ اک تحفہ تو دینا تھا
ہمارے پاس تھا آنکھوں میں پانی اور کیا دیتے

کمرے میں اندھیرا کیے وہ ملول سا بیٹھا جانے کن سوچوں میں گم تھا اور باہر ہال میں رنگا رنگ تقریب اپنے عروج پر تھی۔

یمنیٰ کمال احمد نے آج بلیک کلر کا باریک کریپ کا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا جس میں اپنے سادہ سے روپ کے باوجود بہت دل کش دکھائی دے رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ حسن نظر کے اندر ہوتا ہے۔ اگر یہ آپ کے اندر نہیں تو دنیا میں کہیں' کسی چیز میں نہیں۔ اس کے لیے بھی کائنات کا تمام تر حسن' یمنیٰ کمال احمد کے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔ بچپن سے یمنیٰ کمال احمد کے لیے دل میں پنپتی محبت اب اضطراب و بے قراری کی سرحدوں سے چھونے لگی تھی۔ دل کی دیواروں سے رہا ہو کر' آنکھوں کے آنسوؤں میں تیرنے لگی تھی۔ اب اس سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔

اکثر رات میں آنکھ کھل جاتی تو پھر باقی کا تمام وقت بے قراری سے پہلو بدلتے ہوئے ہی گزرتا تھا۔ کیسی عجیب بے بسی تھی کہ وہ اس سے اپنی محبت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس دھان پان سی لڑکی کو کس قدر چاہتا ہے جو اسے اپنا سب سے بہترین دوست مانتی تھی۔ دل کی دھڑکنوں سے بے حد قریب ہو کر بھی وہ اس سے کتنے فاصلے پر تھی۔ گزرتے ہوئے لمحوں کے ساتھ اس کا اضطراب جیسے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ عین اسی لمحے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور یمنیٰ احمد کڑے تیوروں کے ساتھ دھپ دھپ کرتی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''مانی! اوہ دیکھو ذرا ذہان مجھے چھوڑ کر باقی سب لڑکیوں کو لفٹ دے رہا ہے پھر تم کہتے ہو میں لڑائی کرتی ہوں۔'' وہ روہانسی ہو رہی تھی جب میران شاہ فوراً خود کو سنبھال کر اس کی طرف نگاہ کرتے ہوئے بولا۔

''لو کے اتنی سی بات پر' اتنا دل برداشتہ نہیں ہوتے۔''

''کیا......؟ یہ اتنی سی بات ہے...... وہ میرے سامنے' غیر لڑکیوں کے ساتھ ہنس بول رہا ہے اور تم کہتے ہو یہ اتنی سی بات ہے؟'' پھر وہ شدید مشتعل ہو کر چلائی تھی۔

''پلیز کول ڈاؤن یمنیٰ! تمہیں پتا تو ہے اس کی عادت کا' وہ یہ سب محض تمہیں جلانے کے لیے کرتا ہے پھر خواہ مخواہ کیوں اسے خوش ہونے کا موقع دے رہی ہو......''

وہ اس وقت بے حد مضطرب تھا۔ یمنیٰ کمال احمد کا سامنا تو بالکل نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ پھر سے اس کے لیے امتحان بن کر سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''اگر ایسا ہے تو تم بھی اسے جلانے میں میری مدد کرو۔ چلو اٹھو یہاں سے...... باہر چل کر میرے ساتھ بیٹھو۔''

حسب توقع وہ فوراً ابل گئی تھی مگر اس وقت اس کی فرمائش پوری کرنا میران شاہ کے لیے بہت مشکل تھا۔ لہٰذا وہ ذرا سا رخ پھیر کر اپنی اندرونی کیفیت اس سے چھپاتے ہوئے بولا۔

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے یمنیٰ! سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔ پلیز تم جاؤ میں تھوڑی دیر آرام کروں گا۔''

''ارے...... تو پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ فضول میں تکلیف برداشت کر رہے ہو۔ کتنی بھی رہتی ہوں کہ اپنا خیال رکھا کرو مگر ہاں جی وہ مانی ہی کیا جو کسی کی بات مان لے۔'' زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر بخار کی حرارت چیک کرتے ہوئے اس نے اپنے مخصوص بارعب لہجے میں کہا تو میران شاہ محض سرد آہ بھر کر رہ گیا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ یمنیٰ اس کے معاملے میں کس قدر حساس تھی۔ تب ہی اپنی پریشانی اس پر ظاہر نہیں کرتا تھا مگر اس وقت وہ خود اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔

اس وقت دل اسے محض خود میں مگن دیکھنا چاہتا تھا سو اپنی خرابی طبیعت کو لے کر اس نے کوئی وضاحت نہیں کی۔

''ہلکا ہلکا بخار بھی ہے۔ یقیناً تھکن سے ہوا ہوگا۔ پچھلے ایک ہفتے سے مشین بنے ہوئے ہو۔ یہ سب تو ہونا ہی تھا۔ اپنا خیال تو رکھتے نہیں تم دوسروں کی کتنی فکر رہتی ہے۔'' اپنی عادت کے عین مطابق پٹر پٹر بولتی وہ اپنے دل کا غبار نکال رہی تھی جب کہ میران شاہ چپ چاپ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''اب ایسے ٹکر ٹکر میری طرف کیا دیکھ رہے ہو؟ چلو لیٹو بستر پر۔ میں تمہارا سر دباتی ہوں پھر چائے کے ساتھ کوئی دوا لے کر آتی ہوں خبردار جو اب بستر سے نکلے تو......'' یمنیٰ کو اگر اس پر رعب جمانا اچھا لگتا تھا تو میران شاہ کو اس کا یوں اس طرح سے خیال رکھنا بھی بہت اچھا لگتا تھا۔ لہٰذا اس کے حکم کی فوراً تعمیل کرتے ہوئے وہ اپنے بستر میں گھس گیا تھا۔

''پتہ نہیں کس دنیا میں رہتے ہو تم۔ اپنا بالکل خیال نہیں کرتے اور ایک وہ ہے تمہارا بھائی ذہان۔ پوری دنیا کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے اس نے۔ فیشن اور نخروں میں لڑکیوں کو بھی مات دے دی ہے اس نے۔ کون یقین کرے گا کہ تم دونوں جڑواں ہو......'' فل اسپیڈ میں بولنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے نرم و ملائم ہاتھوں سے اس کا سر بھی دباتی جا رہی تھی اور میران شاہ جو ابھی کچھ دیر قبل اپنے اندر کے اضطراب سے بے کل ہو رہا تھا۔ اب نہایت آرام سے پلکیں موندے پرسکون ہو کر سونے کی کوشش کرنے لگا تھا کہ اب ایک دم سے جیسے اس کے اندر کی ساری بے کلی ہوا ہو گئی تھی۔

* * *

ملک ہاؤس میں حسن احمد صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی کمال احمد صاحب برسوں سے رہائش پذیر تھے۔ دونوں بھائیوں میں بے حد اتفاق تھا لہٰذا رہن سہن کے ساتھ ساتھ ان کا کاروبار بھی مشترک تھا۔ حسن احمد صاحب چار بچوں کے باپ تھے۔ سب سے بڑے عدنان شاہ پھر غزل شاہ آخر میں ذہان شاہ اور میران شاہ تھے۔ ذہان اور میران جڑواں تھے لہٰذا دونوں کی شکلیں بھی آپس میں ملتی جلتی تھیں مگر عادات و اطوار اور مزاج قطعی مختلف تھے۔ ذہان اگر شعلہ تھا تو میران شبنم۔

کمال احمد صاحب چونکہ حسن احمد سے بہت زیادہ چھوٹے تھے لہٰذا ان کی شادی بھی دیر سے ہوئی تھی۔ جن دنوں ملک ہاؤس میں ذہان شاہ اور میران شاہ کی پیدائش پر خوشی منائی جا رہی تھی ان ہی دنوں کمال احمد صاحب کی شادی کے دن رکھے گئے تھے۔ ان کی بیوی حفصہ بیگم' حسن صاحب کی بیگم' آمنہ بیگم صاحبہ کی چھوٹی بہن تھیں۔ یوں ان کا گھر پیار محبت کا عملی نمونہ بنا ہوا تھا۔

کمال احمد صاحب کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑی بیٹی یمنیٰ پھر دو بیٹے کاشف اور ذیشان تھے۔ گھر کی چھوٹی بیٹی ہونے کی وجہ سے یمنیٰ احمد کو سب کا خصوصی پیار حاصل تھا۔ وہ چھوٹی سی تھی جب آمنہ بیگم نے اسے اپنے بیٹے ذہان شاہ کے لیے مانگ لیا تھا کیونکہ غزل شاہ اور عدنان شاہ کے رشتے پہلے سے ہی طے کیے جا چکے تھے۔ عدنان شادی کے بعد دیار غیر میں جا بسا تھا۔ گھر میں ان دنوں غزل کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔ شعور کی دنیا میں قدم رکھتے ہی حفصہ بیگم نے یمنیٰ کو یہ باور کرا دیا تھا کہ وہ ذہان شاہ سے منسوب ہے۔ لہٰذا اس سے لڑائی جھگڑا کرنے کی بجائے اس کا احترام کیا کرے اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھا کرے۔ یمنیٰ کو خود بھی ذہان بہت اچھا لگتا تھا۔ کھڑے کھڑے تیکھے نقوش کا مالک ذہان شاہ اس کے خوابوں کے شہزادے کے عین مطابق تھا۔

بچپن میں ہی وہ اس کے ساتھ بہت لڑتی جھگڑتی تھی مگر شعور آ جانے کے بعد وہ اس کا احترام کرنے لگی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنے لگی تھی۔ وہ جتنی حساس اور محبت کرنے والی تھی۔ ذہان اتنا ہی جھگڑالو اور لاپروا سا بندہ تھا۔ بلاوجہ کا رعب جمانا اور بات بے بات نخرے دکھانا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ جب سے اس پر یہ عقدہ کھلا تھا کہ یمنیٰ کمال احمد اس سے محبت کرتی ہے۔ وہ مزید اونچی ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر یمنیٰ سے ناراض ہو کر وہ اس کی جان مصیبت میں ڈال دیتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جس سے محبت کی جاتی ہے اس کی ہر ادا اچھی لگتی ہے۔ اسے بھی ذہان شاہ کی ہر ادا پسند تھی۔ اس کا بلاوجہ غصے میں رہنا' معمولی معمولی باتوں پر توڑ پھوڑ کرنا' نخرے دکھانا سب اچھا لگتا تھا۔ اپنی طرف سے وہ ہر ممکن کوشش کرتی تھی کہ ذہان کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دے مگر وہ اس کی مطلق پروا نہیں کرتا تھا۔ اکثر وہ اپنے کام نکلوا کر اس سے شاپنگ یا آئس کریم کھلانے کا وعدہ کر لیتا اور بعد میں بھول جاتا۔ بچپن میں وہ جب بھی اس سے لڑ جھگڑ کر مار کھاتی۔ اسے میران شاہ ہی ساتھ لگا کر چپ کرواتا تھا۔ کبھی اپنے کھلونوں سے اس کا من بہلاتا تو کبھی مزے مزے کے لطیفے سنا کر ہنساتا مگر اس کے باوجود وہ ہمیشہ ذہان کو اس پر ترجیح دیتی تھی۔ میران شاہ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ ذہان شاہ کے ساتھ کھیلنا ترک نہیں کرتی تھی۔ قدرتی طور پر وہ اس سے اٹیچ تھی۔

ذہان ایم بی اے مکمل کرنے کے بعد بزنس میں اپنے والد اور چچا کا ہاتھ بٹا رہا تھا جب کہ میران شاہ ایم کام کلیئر کر رہا تھا۔ یمنیٰ ابھی تھرڈ ایئر میں تھی اور اپنی پڑھائی کے سلسلے میں کبھی ذہان تو کبھی میران سے مدد لیتی رہتی تھی۔ غزل شاہ جو اس کی تایازاد بہن تھی۔ خاصی موڈی لڑکی تھی اور زیادہ تر اپنے آپ میں رہنا ہی پسند کرتی تھی۔ یمنیٰ سے چھوٹے بھائیوں کو اپنے کھیل اور پڑھائی سے ہی فرصت نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا پورے گھر میں واحد میران شاہ کی ذات ہی تھی جسے وہ اپنی رازدار ''سہیلی'' کہا کرتی تھی۔ جس سے بلا جھجک دل کی ہر بات شیئر کیا کرتی تھی۔ ذہان شاہ کے حوالے سے اپنے تمام محسوسات بھی وہ اسی کے ساتھ شیئر کیا کرتی تھی۔ یہ اور بات تھی کہ میران شاہ اس دوران ضبط سے کنارہ رہتا تھا۔

غزل شاہ کی شادی بخیر و عافیت سر انجام پا چکی تھی۔ لہٰذا اب گھر والوں کا ارادہ ذہان اور میران کے سر پر سہرا سجانے کا تھا مگر وہ کسی طور سے مان ہی نہیں رہا تھا۔ ہر لڑکی میں کوئی نہ کوئی نقص نکال کر اسے انکار کر دیتا۔ یمنیٰ اس معاملے میں اس سے باز پرس کرتی تو وہ بڑی آسانی سے یہ کہہ کر ٹال دیتا تھا۔

''مجھے تمہارے جیسی لڑکی چاہیے یمنیٰ! جو تمہاری طرح مجھ سے پیار کرے۔ میرا خیال رکھے۔ کہیں اپنے جیسی لڑکی ڈھونڈ کر لے آؤ۔ میں شادی سے انکار نہیں کروں گا۔''

صاف لفظوں میں اپنا مدعا بیان کرنا اس کے لیے ممکن نہ تھا لہٰذا ڈھکے چھپے لفظوں میں کہہ کر ہی اپنے مچلتے دل کو راحت پہنچاتا رہتا تھا۔ اسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ کب' کیسے اور کیوں یمنیٰ کمال کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ وہ ہرگز اتنی حسین نہ تھی کہ اس کے حسن کو دیکھ کر ایمان پھسل جاتا۔ اتنی ہوشیار اور ماڈرن بھی نہ تھی کہ اس کی ادائیں دل کا قرار لوٹ لیتیں۔ حقیقت میں میران شاہ کو اس کی سادگی اور معصومیت ہی متاثر کرتی تھی۔ وہ چیز جسے ذہان پسند نہیں کرتا تھا اسی چیز سے میران شاہ کو محبت

تھی۔

ازہان شاہ کو الٹرا ماڈرن قسم کی لڑکیاں ہی پسند تھیں۔ وہ سادگی سے زیادہ فیشن کو اہمیت دیتا تھا۔ اس کے نظریے کے مطابق ایک عورت کو خواہ کھانا پکانا آئے نہ آئے مگر بننا سنورنا ضرور آنا چاہیے۔ یمنیٰ سے اس کا زیادہ اختلاف اسی بات پر ہوتا تھا کہ وہ اپنا خیال نہیں رکھتی تھی۔ عام لڑکیوں کی طرح اسے خود کو سجانے سنوارنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ازہان اسی بات پر چڑ کر اس سے جھگڑا کرتا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا یا اس کی محبت کی قدر نہیں کرتا تھا تاہم اپنی بیوی کے لیے اس کے ذہن میں ایک تصور تھا اور وہ اس تصور پر یمنیٰ کمال احمد کو پورا اترتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔ یمنیٰ احمد کو ستا کر، چڑا کر اسے مزا آتا تھا۔ اس کا غصے سے سرخ چہرہ اسے بہت لطف دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی وہ زیادہ تر اسے تنگ کرنے کے موڈ میں ہی رہتا تھا۔

ازہان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو زندگی کے ہر پل سے لطف کشید کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا یمنیٰ احمد سے منگنی ہونے کے باوجود کئی لڑکیوں سے اس کی دوستی تھی اور وہ ان کے ساتھ باقاعدہ ڈیٹنگ بھی کرتا تھا۔ حسن احمد صاحب اور آمنہ بیگم دونوں ہی اس قسم کے معاملات میں بہت سخت تھے۔ لہٰذا ان کی نظر میں ازہان نے شرافت اور مضبوط کرداری کے تمام ریکارڈ برقرار رکھے ہوئے تھے۔

اس روز سنڈے تھا۔ لہٰذا یمنیٰ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد تمام کمروں کی صفائی میں جتی ہوئی تھی۔ اپنا اور میران شاہ کا کمرہ صاف کرنے کے بعد وہ ازہان کے کمرے میں آئی تو اسے واش روم میں پایا۔ وہ ایک نظر واش روم کے بند دروازے پر ڈالنے کے بعد گنگناتے ہوئے اس کی وارڈروب سنوارنے لگی تھی جب اچانک ٹیبل پر پڑا ہوا اس کا پرسنل سیل بج اٹھا چونکہ بیل مسلسل ہو رہی تھی۔ لہٰذا یمنیٰ کو کال پک کرنا ہی پڑی تھی۔

''ہیلو ازی۔ کہاں ہو تم؟ میں کب سے پری کانٹی نینٹل میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں بھول گئے کیا؟'' اس کے کال پک کرتے ہی دوسری جانب سے کسی لڑکی نے بے قراری سے کہا تھا۔ جواب میں یمنیٰ کمال احمد کی سماعتیں جیسے برف ہو کر رہ گئی تھیں۔ اس کا دل یقین ہی نہیں کر رہا تھا کہ ازہان ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ اس بات کو ازہان سے ڈسکس کرے گی تو اسے مزید شہ مل جائے گی اسے ستانے اور جلانے کے لیے۔ وہ پھر اس کے سامنے کھلم کھلا یہ کھیل کھیلنا شروع کر دے گا۔ سو اپنے بکھرے اعصاب کو سنبھالتی چپ چاپ نیچے ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی۔

ازہان واش روم سے نکلا تو اس کا سیل پھر بج رہا تھا۔

''ہیلو۔'' اسکرین پر سرسری سی نظر ڈالنے کے بعد اس نے کال پک کی تھی۔

''ہیلو ازہان! خیریت تو ہے؟ بات کیوں نہیں کر رہے مجھ سے؟''

''کر تو رہا ہوں یار۔'' بڑے ریلیکس انداز میں بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا جب دوسری طرف موجود لڑکی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے بات کیے بغیر فون بند کر دیا تھا۔''

''نہیں یار! میں تو ابھی واش روم سے نکلا ہوں۔'' اس بار وہ الجھا تھا۔

''میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں ازی ابھی تھوڑی دیر پہلے میری کال پک ہوئی تھی اور پھر فوراً ہی کاٹ بھی دی گئی۔'' وہ اپنی بات پر بضد تھی جب ازہان نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں تمہارے پاس۔'' کہنے کے ساتھ ہی اس نے رابطہ منقطع کر دیا پھر دھپ دھپ کرتا سیڑھیاں کراس کر کے نیچے لاؤنج میں یمنیٰ کے پاس چلا آیا۔

''ابھی میرے کمرے میں کیا کرنے آئی تھیں تم......؟'' کڑے تیوروں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا وہ پوچھ رہا تھا جب کہ وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''کچھ نہیں۔ کمرہ سیٹ کرنا تھا آپ کا۔'' بمشکل خود کو سنبھال کر وہ جواب دے پائی تھی۔

''کمرہ سیٹ کرنا تھا تو سیل کیوں چھیڑا تھا میرا......شرم نہیں آتی کسی کے پرسنل سیل کو ہاتھ لگاتے ہوئے......'' اپنی عادت کے عین مطابق وہ اس پر رعب جھاڑتے ہوئے چلایا تھا۔ ''بہت شوق ہے تمہیں میری جاسوسی کرنے کا' کان کھول کر سن لو یمنیٰ میں اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا پورا حق رکھتا ہوں۔''

''تو میں نے کب آپ کے کسی شوق کی راہ میں ٹانگ اڑائی ہے؟ ایک تو آپ گھر والوں سے چھپ کر الٹے سیدھے کام کر رہے ہیں اوپر سے چیخ چلا کر مجھے ہی گنہگار ثابت کر رہے ہیں۔ آپ بھی کان کھول کر سن لیں۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں مگر آپ کا کسی دوسری لڑکی کی طرف مائل ہونا مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔'' اس وقت وہ واقعی ایسی کیفیت کا شکار تھی کہ اس کا خود پر قابو رکھنا آسان نہیں تھا۔

''شٹ اپ۔'' ازہان کو شاید اس سے اس درجہ زبان درازی کی امید نہیں تھی۔ لہٰذا درشتی سے چلاتے ہوئے اسے سائیڈ پر دھکیل کر وہ تیز تیز لاؤنج سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ جس بات سے ڈر رہی تھی۔ وہ بالآخر ہو گئی تھی۔

میران تقریباً عصر کے قریب گھر میں داخل ہوا تھا۔ یمنیٰ اس وقت مصلے پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھی۔

''اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں ازہان سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ اپنی تمام تر بے وفائیوں کے باوجود وہ مجھے بہت عزیز ہے۔ تجھے تیری اپنی رحمت کا واسطہ ازہان کے دل میں میری محبت ڈال دے۔ آمین۔''

اس کی دعا شاید اختتام پر تھی۔ پتہ نہیں اس سے پہلے اس نے اللہ سے کیا کیا مانگا تھا۔ تاہم اس وقت اس کے آنسوؤں میں ڈوبے الفاظ نے میران شاہ کے اندر ایک مرتبہ پھر ہلچل مچا دی تھی۔ اسے خود کو سنبھالنے میں' کافی دیر لگی تھی۔

''ہر وقت اپنے اور ازہان کے لیے دعا کرتی رہتی ہو۔ کبھی ہم جیسے غریبوں کے لیے بھی کچھ مانگ لیا کرو۔'' کمال ضبط سے مسکراتا وہ اس کے قریب ہی صوفے پر ٹک گیا تھا۔

''مانگتی تو ہوں تمہارے لیے بھی' اللہ سے بہت کچھ مانگتی ہوں میں۔''

ہر روز کی نسبت آج وہ اسے قدرے بجھی بجھی سی دکھائی دے رہی تھی۔ تب ہی وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

''کیا بات ہے یمنیٰ! اپنی آنکھیں دیکھو کتنی سرخ ہو رہی ہیں۔ آج کیا دن بھر روتی رہی ہو تم......؟''

کیسا چہرہ شناس تھا وہ۔ یمنیٰ چاہ کر بھی اس لمحے اپنا بھرم قائم نہیں رکھ سکی تھی۔

''مانی......وہ......وہ ازہان آج کل کسی لڑکی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ مجھ سے یہ بات برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ وہ میرے علاوہ کسی کو ایک لمحے کے لیے بھی سوچے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔'' لاکھ نہ چاہنے کے باوجود بھی اس کی آنکھوں سے آنسو پھسل پڑے تھے جو میران شاہ کو سیدھے اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

''کول ڈاؤن یمنیٰ! میں بات کروں گا اس سے۔ تم آنسو پونچھو پلیز۔''

''لیکن......تم اس سے بات کرو گے تو وہ سمجھے گا کہ میں نے تم سے اس کی شکایت کی ہے۔ تب تو وہ اور خفا ہوگا مجھ پر بات بھی نہیں کرے گا۔''

اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ میران شاہ نے اس لمحے سخت بے کلی محسوس کی تھی۔

''یمنیٰ! کیوں اتنی پروا کرتی ہو اس کی جو تمہاری پروا نہیں کرتا۔''

وہ کہنا نہیں چاہتا تھا مگر کہہ بیٹھا تھا۔ جواب میں یمنیٰ احمد نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

''محبت کے معاملے میں ہی ہر انسان ہمیشہ دل کی سنتا ہے مانی۔ دماغ کی نہیں......''

وہ سراپا محبت تھی مگر اس انسان کے لیے جسے اس کی محبت کی قطعی کوئی پروا نہیں تھی۔

''تم پریشان نہ ہو۔ میں سلیقے سے بات کروں گا اس سے' بلکہ اس لڑکی کا نمبر لے کر اس کا ہی کوئی بندوبست کروں گا۔'' ہلکے سے اس کا سر تھپتھپا کر وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

یمنیٰ کی توقع کے عین مطابق ازہان نے اس سے موڈ بنا لیا تھا۔

رات کو دیر سے گھر آنا اور صبح ناشتہ کیے بغیر آفس چلے جانا' جیسے اس کی روٹین بن چکی تھی۔ شاید نہیں یقیناً وہ یمنیٰ کی کمزوری سے واقف تھا۔ لہٰذا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی یمنیٰ کو اس کے سامنے جھکنا پڑا تھا۔ اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگنی پڑی تھی کیونکہ وہ اس سے بات کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ دوسری تمام لڑکیوں کی طرح اس کے لیے بھی محبت زندگی تھی اور زندگی سے روٹھنا بھلا کون گوارا کرتا ہے؟ سو اس نے بھی رو رو کر ازہان کو منا لیا تھا۔

اس وقت جب وہ روتے ہوئے اس کی منت کر رہی تھی۔ لاؤنج میں کچھ ہی فاصلے پر بیٹھے ہوئے میران شاہ کا دل کٹ رہا تھا جب کہ ازہان شاہ کا چہرہ فخر و طمانیت کے احساس سے جگمگا اٹھا تھا۔

پچھلے تین چار روز سے وہ بھی سکون میں نہیں تھا کیونکہ اسے اپنا کوئی بھی کام خود کرنے کی عادت نہیں تھی اور غصے میں یمنیٰ سے کچھ کہنا بھی اس کی انا کو گوارا نہیں تھا۔ لہٰذا اب وہ جھکی تو اسے بھی قرار نصیب ہو گیا تھا کیونکہ اس کی انا بہرحال سلامت رہی تھی۔

اس روز پیر تھا اور یمنیٰ نے صبح گھر سے کالج کے لیے نکلتے ہوئے ازہان کو خصوصی تاکید کی تھی کہ وہ اسے واپسی میں ضرور کالج سے لے آئے کیونکہ میران شاہ یونیورسٹی جاتا تھا اور اپنے پاپا یا تایا کو تکلیف دینا اسے گوارا نہیں تھا۔

محلے میں اس کے ساتھ اس کی صرف ایک ہی سہیلی ماریہ کالج جاتی تھی۔ باقی دیگر لڑکیاں شدید گرمی کے باعث اپنی اپنی کنوینس پر کالج پہنچتی تھیں۔ اس روز ماریہ نے شام کو ہی فون کر کے اسے اپنی چھٹی کا بتا دیا تھا لہٰذا وہ صبح ازہان کے ساتھ ہی کالج آئی تھی۔ چھٹی کے بعد سخت گرمی کی چلچلاتی دوپہر میں' کالج گیٹ سے قدم باہر نکالتے ہی اس کی نگاہوں نے ارد گرد ازہان شاہ کو تلاشنا چاہا تھا مگر اس کا دور دور تک کہیں نام و نشان نہیں مل رہا تھا۔ پورا کالج خالی ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ والی تمام لڑکیاں اپنے اپنے گھروں کو جا چکی تھیں۔ پورا روڈ سنسان دکھائی دے رہا تھا۔ شدید گرمی نے پسینے سے بے حال کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس روز بھی پارلر سے اذہان شاہ پر شدید غصہ آیا تھا۔ مارے غم و غصے کے اس کا حال برا ہو رہا تھا۔ سنسان سڑک پر اکیلے پیدل چلتے ہوئے اس کا سادہ سا دل کسی خشک پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ دل ہی دل میں مختلف آیات کا ورد کرتی وہ تیز تیز چل رہی تھی جب ایک بائیک اس کے عین قریب آ رکی۔ یمنیٰ کا دل اس لمحے اچھل کر حلق میں اٹک گیا تھا۔

''ارے یمنیٰ تو آج اکیلی جا رہی ہے۔ چل آ میں تجھے گھر چھوڑ دیتی ہوں۔'' خالص نسوانی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا تو اس کی کلاس فیلو امبر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بہت خلوص سے آفر کر رہی تھی جب کہ اس کا خوبرو بھائی بائیک روکے کھڑا ان دونوں سے بے نیاز دکھائی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید یمنیٰ اس طرح کی آفر قبول نہیں کرتی مگر اس وقت اسے اپنی وہ دوست کسی غیبی فرشتے سے کم نہیں لگی تھی لہٰذا اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی چپک کر بائیک پر بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں ان کی بائیک ایک آئس کریم بار کے قریب رکی تھی۔

''تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔'' بائیک سے اترتے ہوئے امبر کے بھائی نے انہیں ایک سائیڈ پر کھڑے رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود اپنے قدم آئس بار کی طرف بڑھا دیے تھے۔

''سوری یمنیٰ! اصل میں ان دنوں آپی آئی ہوئی ہیں۔ ان ہی کے بچوں کے لیے بھائی آئس کریم لینے گئے ہیں۔ تمہیں برا تو نہیں لگا......''

فوراً ہی امبر نے وضاحت کی تو یمنیٰ انکساری سے سر ہلا کر رہ گئی۔ عین اسی لمحے اس کی آنکھوں نے اذہان شاہ کو کسی لڑکی کے ساتھ اسی آئس کریم بار سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ بلیک جینز پر لائٹ پرپل کلر کی ٹی شرٹ پہنے' آنکھوں پر گلاسز لگائے وہ نظر لگ جانے کی حد تک وجیہہ دکھائی دے رہا تھا۔ یمنیٰ تو اس وقت اسے وہاں دیکھ کر ہی سن ہو گئی تھی۔

''سوری یار! میں تمہیں کمپنی نہیں دے سکا۔ اصل میں ابھی مجھے اپنی کزن کو کالج سے پک کرنا ہے۔ وہ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ تم اپنا خیال رکھنا۔'' ارد گرد سے بے نیاز تیز تیز بولتے ہوئے وہ جوں ہی اس کے قریب آیا' ٹھٹک کر رک گیا۔

''تم...... یہاں......؟ یہاں کیا کر رہی ہو تم؟'' ایک لمحے کے لیے کنفیوز ہونے کے بعد اگلے ہی لمحے وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بارعب لہجے میں پوچھ رہا تھا مگر یمنیٰ کمال احمد قطعی ساکت کھڑی تھی۔

''چلو گھر۔''

اپنی گرل فرینڈ کو الوداعی کلمات کہنے کے بعد وہ اسے زبردستی بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف لایا تو امبر ہاتھ اٹھا کر اسے روکتی رہ گئی۔

''اب بتاؤ کیا کر رہی تھیں تم یہاں؟'' کچھ ہی دیر میں گاڑی ایک سنسان سی جگہ پر روکتے ہوئے اس نے پوچھا تو یمنیٰ مزید خاموش نہ رہ سکی۔

''میں یہاں تمہاری آوارگی کا تماشا دیکھنے آئی تھی۔ تمہاری آج کی خود ساختہ مصروفیات کا آنکھوں دیکھا نظارہ کرنے آئی تھی۔ بہت ہو گیا اذہان! بہت بے وقوف بنا لیا تم نے ہم سب کو اب اور نہیں۔ تم دیکھنا میں آج کیسے سب کے سامنے تمہارے چہرے سے نقاب اتار کر تمہاری شرافت کو بے نقاب کرتی ہوں۔'' اس لمحے اسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا بول رہی ہے؟ دل و دماغ جیسے ٹھکانے پر رہے ہی نہیں تھے۔ شریانیں پھٹ جانے کو تیار ہو رہی تھیں۔ تب ہی اذہان نے جما کر ایک زبردست تماچا اس کے دائیں گال پر رسید کیا تھا۔

''شٹ اپ۔ مت بھولو کہ تم مجھ سے منسوب ہو لہٰذا گھر جا کر کوئی ایک فضول لفظ بھی منہ سے نکالا تو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔''

''کھینچ لینا زبان۔ جان سے ہی مار دینا مجھے میں آج چپ نہیں رہوں گی۔ چپ چاپ رقابت کی اذیت جھیلنا اب میرے اختیار میں نہیں رہا ہے۔''

وہ رو رہی تھی جب کہ اذہان شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے غصے سے کھول رہا تھا۔

''او کے' کھولنا زبان۔ جواب میں تمہارے ساتھ جو ہوگا وہ بھی دیکھ لینا۔''

پتہ نہیں اس کا ذہن کون سا منصوبہ بنا رہا تھا...... تاہم یہ تو طے تھا کہ وہ اب چپ رہنے والی نہیں تھی۔ اپنی آنکھوں سے اسے گمراہ ہوتے دیکھ کر بھی خاموش رہنا نری حماقت تھی اور یمنیٰ کمال احمد ہرگز یہ حماقت کرنے کو تیار نہیں تھی۔

وہ گھر پہنچی تو میران شاہ کے ساتھ ساتھ حفصہ بیگم اور آمنہ بیگم بھی پریشانی سے اس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔

گاڑی رکتے ہی یمنیٰ اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر تیزی سے اندر بھاگ گئی تھی۔

''یمنیٰ! کیا ہوا بیٹے...... رو کیوں رہی ہو؟'' آمنہ بیگم کی نظر سب سے پہلے اس پر پڑی تھی لہٰذا انہوں نے لپکتے ہوئے اسے اپنے بازوؤں میں چھپا لیا تھا۔

''اتنی دیر کیسے ہو گئی...... اب تک کہاں تھیں تم؟''

حفصہ بیگم بھی متفکر نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے قریب آ گئی تھیں جب اذہان نے کڑے تیوروں کے ساتھ اسے گھورتے ہوئے ٹی وی لاؤنج میں قدم رکھا تھا۔

''میں بتاتا ہوں آنٹی! یہ اب تک کہاں تھی؟'' اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ یمنیٰ سمیت سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

''مجھے آفس سے ایک ضروری کام کے باعث نکلنے میں تھوڑی تاخیر ہو گئی تھی۔ اسی تاخیر کا یمنیٰ نے فائدہ اٹھایا اور کسی لڑکے کے ساتھ بائیک پر بیٹھ کر آئس کریم پارلر پہنچ گئی۔ وہ تو شکر کیجیے کہ واپس پلٹتے ہوئے میری نگاہ اس پر پڑ گئی ورنہ آج اس بھری سنسان دوپہر میں نجانے یہ کیا گل کھلاتی......'' اس کا لہجہ اتنا مضبوط تھا کہ یمنیٰ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ اس لمحے پہاڑ نہ صرف یمنیٰ کمال احمد کے دل پر گرا تھا بلکہ حفصہ بیگم اور آمنہ بیگم بھی سناٹے کی زد میں آ کر رہ گئی تھیں۔

''اذہان کیا کہہ رہا ہے یمنیٰ؟'' حفصہ بیگم نے کچھ لمحوں کے بعد اس کی طرف لپکتے ہوئے اس کا بازو دبوچا تھا مگر وہ تو جیسے اپنے حواس میں ہی نہیں تھی۔ آنسو خشک ہو کر پلکوں پر اٹک گئے تھے اور وہ بے یقینی سے ٹکر ٹکر اذہان شاہ کے تنے ہوئے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ ایک شخص جسے اس نے اس کی تمام تر بے وفائیوں اور بے نیازیوں کے باوجود دل سے ٹوٹ کر چاہا تھا۔ اسی شخص نے محض خود کو بچانے کے لیے اس کے کردار پر کیچڑ اچھال دیا تھا۔ اپنے ہاتھوں اپنی عزت پر حرف کھینچ دیا تھا۔ اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑا تھا کہ وہ بول کر اپنی صفائی میں کوئی ایک حرف ہی کہہ دیتی۔

میران شاہ نے اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں دیکھ کر ضرور اسے لب کھولے تھے۔

''یمنیٰ ایسی کوئی غلط حرکت نہیں کر سکتی' تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔''

''میں کوئی بچہ نہیں ہوں میران! جو رائی کو پہاڑ بنا کر اپنی ہی عزت کو نیلام کر ڈالوں اور اس کا احساس بھی نہ ہو۔ میں نے خود اسے ایک آئس کریم پارلر کے باہر کسی کی بائیک کے پاس کھڑے دیکھا تھا اور وہ شخص اندر آئس کریم کے پیسے دے رہا تھا۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو اسی سے پوچھ لیجیے کہ وہ شخص کون تھا اور یہ اس کے ساتھ وہاں کیوں گئی تھی؟'' اس کی دوست امبر کی وہاں موجودگی کو اس نے یکسر گول کر دیا تھا۔

''بولو یمنیٰ! اذہان جو کہہ رہا ہے کیا وہ غلط ہے......؟'' حفصہ بیگم نے ایک مرتبہ پھر اس کے بازو کو جھنکا دیا تھا جواب میں اس کی آنکھ سے ایک آنسو پھسل کر گریبان میں جذب ہو گیا۔

''نہیں......'' آنسوؤں سے بھیگے لہجے میں بڑی سادگی سے اس نے اعتراف کیا تھا جب حفصہ بیگم نے شدید مشتعل ہوتے ہوئے اس کا چہرہ پے در پے کئی تھپڑوں سے سرخ کر ڈالا۔

''بے حیا' بے غیرت شرم نہیں آتی تجھے اپنے باپ کی عزت سے کھیلتے ہوئے...... کون مردود تھا وہ جو تجھے اذہان سے زیادہ اچھا لگ گیا؟'' خود پر کنٹرول کھوتے ہوئے وہ رو پڑی تھیں جب آمنہ بیگم نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھال لیا تھا۔

''صبر سے کام لو حفصہ! جوان بچوں سے ایسے بات نہیں کرتے۔'' وہ کہہ رہی تھیں اور میران شاہ چپ چاپ یمنیٰ کو بازو سے تھام کر اندر اپنے کمرے کی طرف لے آیا۔

''تم نے جھوٹ کیوں بولا یمنیٰ! میں جانتا ہوں تم کبھی غلط نہیں ہو سکتیں...... پھر کیوں اس کے الزام کو نہیں جھٹلایا تم نے......؟'' کتنے مضطرب انداز میں وہ پوچھ رہا تھا اور یمنیٰ کمال چپ چاپ ساکت بیٹھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عین اسی لمحے ڈوربیل بجی تھی اور اذہان گیٹ پر گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں یمنیٰ کمال احمد کا کالج بیگ تھا۔

''یہ لیجیے۔ وہ لڑکا بیگ دے کر گیا ہے یمنیٰ کا۔'' انتہائی سفاکی سے کہنے کے ساتھ ہی وہ دھپ دھپ کرتا اوپر کمرے کی طرف بڑھ گیا تو حفصہ بیگم کا سر مزید شرم سے جھک گیا۔ شک و شبے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ ان کا بس نہ چلتا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔

''ملک ہاؤس میں وہ دن سناٹوں کی سوغات لے کر ڈوبا تھا۔ شام میں حسن صاحب اور کمال صاحب آئے تو یہ قیامت ان سے بھی پوشیدہ نہ رہ سکی۔ کمال صاحب گو اولاد کے معاملے میں بہت شفیق تھے مگر غیرت کے معاملے میں ان کی سختی پتھروں کو بھی مات دیتی تھی۔ لہٰذا اس وقت بھی آمنہ بیگم سے تمام احوال جاننے کے بعد انہوں نے نہایت سرد اور شکستہ لہجے میں کہا تھا۔

''کل سے یمنیٰ کالج نہیں جائے گی۔ اسے گھر داری سکھاؤ حفصہ۔'' وہ لہجہ اتنا اجنبی اور برفیلا تھا کہ یمنیٰ احمد کے اندر تک دراڑ پڑ گئی تھی۔

وہ گھر جو پہلے قہقہوں کا مرکز تھا' جہاں ان سب کی شرارتیں زندگی کا احساس جگاتی تھیں۔ اب اسی گھر کے مکینوں کو ایک دوسرے کے حال کی خبر بھی نہیں ملتی تھی۔ سب کی محبتیں اور توجہ اذہان شاہ کے ساتھ مزید بڑھ گئی تھیں۔ جو اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی یمنیٰ سے اپنا رشتہ برقرار رکھنے کا حامی تھا۔

بزنس کے سلسلے میں چند ماہ کے لیے یورپ جانے سے قبل اس نے کتنی فرماں برداری سے ناشتے کی ٹیبل پر اپنے بزرگوں سے کہا تھا۔

''یہ سچ ہے پاپا کہ یمنیٰ آپ سب کے ساتھ ساتھ میری نظروں سے بھی گر چکی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ وہ میری پسند کے معیار پر پوری نہیں اترتی' میں اسے جس روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ روپ اسے قبول نہیں مگر اس کے باوجود میں اس سے شادی کروں گا پاپا کیونکہ یہ میرے گھر کی عزت کا معاملہ ہے۔ آپ لوگوں کی خواہش کا مان رکھنا میں اپنی خوش نصیبی اور فرض سمجھتا ہوں۔''

اس لمحے جو لفظ اس نے کہے تھے۔ ان لفظوں سے جہاں حسن احمد صاحب کا سر فخر سے بلند ہوا تھا' وہیں آمنہ بیگم کی گردن بھی غرور سے تن گئی تھی۔ اپنی تربیت پر فخر

محسوس ہو رہا تھا انہیں جبکہ کمال احمد صاحب اور حفصہ بیگم کے سر ہنوز جھکے ہوئے تھے۔

میران شاہ اس تمام وقت میں خالی خالی سے ذہن کے ساتھ بیٹھا اپنی پلیٹ میں پڑے چاولوں سے کھیلتا رہا تھا۔

اذہان شاہ کے لندن جانے کے بعد تو "ملک ہاؤس" میں مزید سناٹے اتر آئے تھے۔

حفصہ بیگم اور آمنہ بیگم مل کر گھریلو کام سرانجام دیتی تھیں۔ فرصت کے وقت میں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیتیں۔ میران صبح ناشتے کے بعد گھر سے نکلتا تو پھر رات کے کھانے پر ہی گھر میں دکھائی دیتا تھا۔ حسن صاحب اور کمال صاحب بھی زیادہ وقت ایک دوسرے کی کمپنی میں گزارنا پسند کرتے تھے۔ کاشف اور ذیشان اپنی پڑھائی میں مشغول رہتے۔ ایسے میں یمنیٰ کمال احمد کے پاس سوائے اپنے کمرے میں مقید رہ کر کڑھنے کے اور کوئی چوائس نہیں تھی۔ ایک کردار کیا داغ دار ہوا اس کے اپنوں نے اس کی روح تک داغ دار کر ڈالی تھی۔ وہ ہفتوں کپڑے نہ بدلتی' کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ تین تین چار چار دن کمرے سے باہر نہ نکلتی کوئی نہیں پوچھتا تھا۔ آمنہ بیگم کبھی اس کے کمرے کا چکر لگاتیں تو اسے پیار کر جاتی تھیں۔ حفصہ بیگم کو تو یہ بھی گوارا نہیں تھا۔ انہیں تو جیسے یہ بھول ہی گیا تھا کہ ان کی کوئی بیٹی بھی ہے۔

میران ہفتے میں دو ایک بار اس کے کمرے میں آتا تو وہ سوتی بن جاتی۔ اس سے بات تک کرنا گوارا نہ کرتی اور اس بات سے وہ مزید طیش دانستہ ہو کر رہ جاتا تھا۔

اس روز بھی وہ دل کے ہاتھوں بے قرار ہو کر اس کے کمرے کی طرف آیا تو یمنیٰ تیز بخار میں پھنک رہی تھی۔ بخار کی شدت کے باعث ہی اس پر مدہوشی کی کیفیت طاری تھی اور وہ بار بار پکار رہی تھی۔

"امی......امی......"

میران کے لیے یہ سب بہت تکلیف دہ تھا۔ لہٰذا فوراً بھاگ کر آمنہ بیگم کو بلا لایا کیونکہ حفصہ بیگم اس وقت سو رہی تھیں۔ آمنہ بیگم نے ہی یمنیٰ کو سنبھالا تھا جب کہ ان دونوں کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔

پچھلے چند دنوں میں ہی وہ اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ ڈاکٹرز نے اس کی حالت کو تشویش ناک قرار دے دیا تھا۔ اپنی اپنی دانست میں وہ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ اسے اپنے اجنبی محبوب سے جدا ہونے کا دکھ ہے جب کہ اصل حقیقت سے کوئی بھی آگاہ نہ تھا۔

مسلسل بارہ گھنٹے تیز بخار میں نیم بے ہوش رہنے کے بعد یمنیٰ کی آنکھ کھلی تو اس کا ہاتھ میران شاہ کے مضبوط ہاتھوں میں تھا اور وہ اس کے لیے رو رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے یمنیٰ! تم ایسی تو نہیں تھیں......؟"

وہ جس کی زبان چلنے پر آتی تو رکتی ہی نہیں تھی۔ اب یوں خاموش ہو گئی تھی۔ گویا بولنا ہی نہ جانتی ہو۔ اندر ہی اندر عجیب سا روگ پال لیا تھا اس نے۔

"کیوں آتے ہو تم یہاں؟ مت آیا کرو میرے پاس......بہت بدکردار لڑکی ہوں میں۔ تمہاری شرافت کو بھی داغ دار کردوں گی۔" پچھلے ایک ماہ میں پہلی بار اس نے میران شاہ سے کچھ کہا تھا۔ جواب میں وہ کرب سے ہونٹ بھینچتے ہوئے بولا۔

"مجھے نشتر مت لگاؤ یمنیٰ! ساری دنیا تمہارے حوالے سے غلط کہتی رہے۔ میرا دل تمہاری پارسائی کا شاہد ہے۔ کوئی اگر مجھ سے پوچھے کہ اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی کون ہے تو میں ایک پل میں سوچے بغیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی یمنیٰ کمال احمد ہے۔ وہی یمنیٰ کمال احمد جس کا کردار آئینے کی طرح شفاف ہے جو اپنے محبوب کے احترام کا پاس رکھنے کے لیے خود اپنے آپ کو کانٹوں پر گھسیٹ سکتی ہے۔"

اس کے الفاظ نے یمنیٰ کے اندر طوفان مچا دیا تھا۔ وہ سسک کر رو پڑی تھی۔

"کوئی جانے نہ جانے' میں جانتا ہوں یمنیٰ! کہ تم بے قصور ہو۔ یہ سزا جو تم اپنے آپ کو دے رہی ہو تم اس سزا کی مستحق بھی نہیں ہو پھر کیوں اس طرح سے سب کو یقین دلا رہی ہو کہ تم گنہگار ہو۔" گمبھیر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ یمنیٰ کمال احمد کے سر پر رکھ دیا تھا۔ جواب میں اسے لگا جیسے اس کی روح ایک دم سی ہلکی پھلکی ہو گئی ہو۔

"میں کیا کروں مانی......؟ سب لوگوں نے مجھے بے اعتبار کر دیا ہے۔" اس کا لہجہ زخمی ہو رہا تھا جب وہ اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے بولا۔

"تمہیں اپنا اعتبار خود بحال کرنا ہے یمنیٰ! میں چاچو سے بات کروں گا۔ تم دوبارہ کالج جوائن کرنے کی تیاری کرو۔"

"نہیں۔ میں اب دوبارہ کالج نہیں جاؤں گی۔ تم مجھے پڑھا دیا کرنا۔ میں پرائیویٹ امتحان دے لوں گی۔"

میران شاہ کو امید نہیں تھی کہ وہ اس کا سکوت توڑنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لہٰذا اب وہ قدرے سنبھلی تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"اوکے۔ میں تمہیں پڑھاؤں گا لیکن ایک شرط پر......"

"کس شرط پر......؟" اب کے ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے خشک لبوں پر بکھری تھی جس سے میران کو خاصا حوصلہ ملا تھا۔

"شرط یہ ہے کہ تم اپنا خیال رکھو گی اور پہلے کی مانند جینا شروع کرو گی۔"

"اوکے......" وہ اندر سے کٹ رہی تھی مگر اس لمحے خود کو مضبوط ہی ظاہر کیا تھا۔

اگلے روز میران شاہ شام ڈھلتے ہی گھر آ گیا تھا۔ رات کا کھانا اس نے یمنیٰ کے ساتھ ہی کھایا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد چائے بھی اس نے خود ہی بنائی تھی مگر ساتھ ہی جتلا بھی دیا تھا کہ آئندہ چائے یمنیٰ ہی بنا کر لایا کرے گی۔

پچھلے ڈیڑھ ماہ کے دوران وہ پہلی رات تھی جب اسے سکون کی نیند آ گئی تھی۔

اگلے روز سنڈے تھا۔ لہٰذا میران شاہ گھر پر ہی تھا۔ صبح ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ یمنیٰ کے کمرے کی طرف چلا آیا تھا جو تا حال پرسکون نیند کے حصار میں مقید سوئی ہوئی تھی۔ میران شاہ کو اس لمحے اس پر بہت پیار آ رہا تھا۔ فقط ڈیڑھ ماہ میں کیا سے کیا ہو کر رہ گئی تھی وہ؟

"یمنیٰ......" پیار سے اس کے بال سہلاتے ہوئے اس نے پکارا تو یمنیٰ نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"اٹھ جاؤ۔ چھٹی کے دن کا یہ مطلب تو نہیں کہ پورا دن سوتے ہی گزر جائے......"

"سوری مانی! پچھلے ڈیڑھ ماہ میں پہلی بار اتنی پرسکون نیند آئی تھی۔" ممنون انداز میں میران شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

"چلو اٹھو شاور لو پھر ناشتہ کر کے میرے روم میں آ جاؤ۔ تمہیں کمپیوٹر کا استعمال سکھاتا ہوں۔"

"مجھے آتا ہے۔"

"جتنا آتا ہے مجھے پتا ہے۔ جلدی آؤ میں انتظار کر رہا ہوں۔" عجلت بھرے حاکمیہ انداز میں کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تو یمنیٰ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گئی۔

نہا کر ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس کے کمرے میں آئی تو میران کمپیوٹر کھولے بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

"چلو جلدی آؤ نا یمنیٰ! اس کے بعد ہمیں شاپنگ کے لیے مارکیٹ بھی جانا ہے۔"

"جی نہیں۔ میں مزید کوئی اٹیک برداشت نہیں کر سکتی میران۔ رشتے دار کچھ کہیں نہ کہیں......میرے اپنے گھر والے ہی مجھے پھر سے زندہ قبر میں اتار دیں گے۔" اس کا او اس لہجہ میران کے کمرے کے سامنے سے گزرتی حفصہ بیگم کو چھلنی کر گیا تھا۔ وہ اپنے رویے پر پشیمان تھیں مگر ان کی اکلوتی بیٹی نے ان کے سامنے آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس کے کمرے میں کوئی چیز لے کر جاتیں تو یمنیٰ انہیں دیکھتے ہی فوراً خود کو واش روم میں مقید کر لیتی اور تب تک واش روم سے باہر نہ نکلتی جب تک وہ اس کے کمرے سے نکل نہ جاتیں۔ اصل حقیقت کیا تھی وہ نہیں جانتی تھیں مگر اپنی بیٹی کے لیے ان کا دل بہت زیادہ دیر تک پتھر نہیں رہ سکا تھا۔ اسے پھر سے زندگی کی طرف لانے کے لیے میران کی ڈیوٹی بھی انہوں نے ہی لگائی تھی۔

تقریباً دو اڑھائی گھنٹے کمپیوٹر پر مختلف پروگرام سیکھنے کے بعد وہ میران شاہ کے ساتھ مارکیٹ چلی آئی تھی۔ اس بار اس نے اپنے لیے جو لباس منتخب کیے تھے وہ عین اذہان کی پسند کے مطابق تھے۔ ضرورت سے زیادہ دلکش والے نئے فیشن کے عین مطابق۔

پہلے اس کی گھر داری میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ اب اس نے زیادہ سے زیادہ خود کو گھر داری میں مصروف کر لیا تھا۔ انواع و اقسام کی ڈشز تیار کرنے کے لیے وہ مارکیٹ سے مختلف کتابیں بھی خرید لائی تھی۔ ہر روز وہ کوئی نہ کوئی نئی ڈش بناتی اور سب سے پہلے میران کو ہی ٹیسٹ کراتی' جو کبھی تو اسے ستانے کے لیے برے منہ بناتا اور کبھی خوب دل کھول کر اس کے سلیقے کی تعریف کرتا۔

رات کو جب وہ اسے ٹیوشن دیتا تھا تو تھکن اس کے چہرے سے جھلک رہی ہوتی تھی مگر وہ یمنیٰ پر قطعی ظاہر نہ کرتا' البتہ کسی روز یمنیٰ کا موڈ نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح شرارتی ہو کر اسے خوب ستاتی تھی۔

اس روز بھی اس کا پڑھنے کا موڈ نہیں تھا۔ نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں مگر میران چھٹی نہیں دے رہا تھا۔ لہٰذا آنکھیں تو جیسے وہ اسے کوئی سوال سمجھاتا رہا اور یمنیٰ آرام سے اس کے مضبوط کندھے پر سر ٹکا کر سو گئی۔

✦ ...... ✦ ...... ✦

"میران! دیکھو اس لباس میں میں کیسی لگ رہی ہوں......؟"

وہ اپنے سالانہ امتحانات کی تیاری میں بری طرح مصروف تھا جب اچانک یمنیٰ دھڑ سے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔ تیز سرخ اور کالے رنگ کے کنٹراس کے ٹراؤزر سوٹ میں ملبوس' اپنے لمبے گھنے بالوں کو کاٹ کر شانوں پر پھیلائے' ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ عین اذہان شاہ کی پسند کے سراپے میں ڈھلی اس سے پوچھ رہی تھی جب وہ بے ساختہ اس کے دل کش سراپے سے نگاہ چراتے ہوئے بولا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔ اذہان تمہاری اس تبدیلی کو دیکھے گا تو بہت خوش ہو گا......" اسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ اس لمحے اس کا دل کیوں بجھ گیا تھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو ناں۔" وہ ازحد پرجوش ہو کر اس کے قریب چلی آئی۔

"ہاں۔ عورت کا مغربی سراپا اسے بہت متاثر کرتا ہے۔"

"اور تمہیں......؟" یمنیٰ کمال کو احساس نہیں تھا کہ اس لمحے وہ اسے خاصا ڈسٹرب کر چکی تھی۔

"پلیز نہیں۔ تم جاؤ پلیز یہاں سے...... مجھے اپنے امتحانوں کی تیاری کرنی ہے۔" پل میں اس کا لہجہ سخت ہوا تھا۔

"سوری۔ میرا مقصد تمہیں ڈسٹرب کرنا نہیں تھا۔" سر جھکا کر فوراً ہی وہ معصومیت سے بولی تو میران شاہ کا دل پھر سے مچل اٹھا۔

"جاؤ جا کر تم بھی اپنے پیپروں کی تیاری کرو۔"

پہلی بار اپنے احساسات کو کنٹرول میں رکھ کر نارمل ہونا اسے بہت دشوار لگ رہا تھا۔ یمنیٰ کے کمرے سے جانے کے بعد بھی وہ اپنی توجہ دوبارہ پڑھائی کی طرف مبذول نہیں کر پایا تھا۔ اندر باہر ایک عجیب سا اضطراب پھیل گیا تھا۔ یمنیٰ کمال احمد کو کھو کر جینے کا حوصلہ اب جیسے کم پڑتا جا رہا تھا۔ اس کے قرب میں بسر ہوتا ایک ایک لمحہ اس کے لیے زندگی تھا۔ وہ بزدل نہیں تھا نہ ہی اتنا عظیم تھا کہ اپنے بھائی کے لیے اپنی محبت کی قربانی دے دیتا...... اس کی زبان اگر بند تھی تو صرف اور صرف یمنیٰ کمال احمد کے لیے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یمنیٰ، اذہان کی لاکھ بے وفائیوں کے باوجود صرف اسی سے پیار کرتی ہے۔ اسی کا دائمی ساتھ چاہتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت حال میں محض اپنی خوشی اور قرار کے لیے وہ اس کی آرزوؤں کا خون کیسے کر دیتا......؟ جس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ اسے مستقل اداسی کے حصار میں کیسے دھکیل دیتا۔ وہ جانتا کہ اذہان اس کی قدر کرے گا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس سے یمنیٰ کو کبھی کوئی خوشی نہ ملتی مگر پھر بھی وہ ان دونوں کے ملن کا حامی تھا کیونکہ اسی میں یمنیٰ کی خوشی تھی اور محبوب کی خوشی کے لیے تو تختہ دار پر بھی چڑھنا پڑے تو عاشق کبھی انکار نہیں کرتا۔ آج کل وہ اسے بہت ڈسٹرب کرنے لگی تھی۔

پہلے اس نے اپنا حلیہ اذہان کی پسند کے مطابق بنایا۔ اب وہ تمام کھانے بھی اسی کی پسند کے بنانا سیکھ رہی تھی۔ اپنے کمرے کی ترتیب سے لے کر لان میں پودے لگانا، بیڈ شیٹ اور پردوں کا رنگ، سب میں اذہان کی پسند کو فوقیت دی تھی اس نے۔ مزید ستم کی بات یہ تھی کہ وہ ہر کام میں اس کی رائے طلب کر رہی تھی۔ اس سے پوچھ رہی تھی کہ اذہان کے آنے کی خبر ملی تھی تب سے اس کا جوش و خروش دیکھنے کے لائق ہو رہا تھا۔ اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود بھی اذہان کے لیے اس کی دیوانگی میں قطعی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

میران شاہ کے امتحان اختتام پذیر ہوئے تو یمنیٰ امتحانات میں بری طرح مصروف ہو گئی۔ کمال احمد صاحب کا رویہ اب اس کے ساتھ بہتر ہو گیا تھا مگر اب اسے جیسے کسی کی کوئی پرواہ ہی نہیں رہی تھی۔

میران سے اس کی اذہان کے لیے اس درجہ دیوانگی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ دل کو لاکھ سمجھانے کے باوجود وہ خود کو یمنیٰ کمال کے لیے قطعی بے بس تصور کر رہا تھا۔ مسلسل گھومنے کی وجہ سے اسے بخار بھی ہو گیا تھا مگر اس نے پرواہ نہیں کی تو طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ صبح وہ ناشتے کی میز پر نہیں پہنچا تو کئی روز کے بعد بالآخر یمنیٰ کمال احمد اس کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ جو خاصی نفیس طبیعت کا مالک تھا۔ اس وقت اس کے کمرے کا حال دیکھنے کے لائق ہو رہا تھا۔ کہیں بھی کوئی چیز اپنے ٹھکانے پر پڑی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ الماری...... صوفے...... بیڈ...... رائٹنگ ٹیبل سب کا حال خاصا ابتر ہو رہا تھا۔ تمام چیزوں پر ایک افسردہ سی نگاہ ڈالنے کے بعد وہ میران کے قریب آئی تو اسے بے سدھ سا بستر میں پڑا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ہاتھ بڑھا کر پیشانی کو چھوا تو تیز حرارت کا احساس ہوا۔

"مانی......" یوں ہی ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے اس نے بہت اپنائیت سے پکارا تھا۔ جب وہ کروٹ بدل کر آنکھیں کھول گیا۔

"ہوں۔"

"تمہیں اتنا تیز بخار ہے اور تم نے بتایا تک نہیں...... کیا یہی دوستی ہے تمہاری......؟" وہ قدرے خفا ہوئی تھی، جواب میں میران اپنے خشک ہونٹوں کو تر کرتے ہوئے بمشکل بولا۔

"کل تک ٹھیک تھا، اچانک بخار ہوا ہے۔ جلد اتر جائے گا۔"

"تمہیں اترے گا۔ میں تیمارداری کروں گی تو اترے گا......؟"

"کب تک تیمارداری کرتی رہو گی تم......؟" اس لمحے اس کے لہجے سے عجیب سی حسرت جھلکی تھی۔

"جب تک میں زندہ رہوں گی۔" وہ برجستہ جواب تیار تھا۔ میران نے بے ساختہ اپنی پلکیں موند دی تھیں۔

"کل اذہان آ رہا ہے مانی! انزلہ باجی اور عدنان بھائی بھی ساتھ ہی آئیں گے۔ بہت مزے مزے کے کھانے بن رہے ہیں گھر میں۔ جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے اور کچھ......؟" اس کا دل جلا تھا مگر لبوں پر مسکراہٹ ہی جھلکی تھی۔

"اور کچھ نہیں۔" دھیمے سے مسکراتے ہوئے یمنیٰ نے اس کے بال بکھیرے تھے پھر فوراً ہی اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"میں تمہیں کھو کر زندہ نہیں رہ سکتا یمنیٰ۔ نہیں جی سکتا میں تمہارے بغیر......" دل برداشتہ ہو کر اپنا چہرہ اپنے ہی بازوؤں میں چھپاتے ہوئے وہ سسک پڑا تھا۔

"یہ لو مانی! پہلے ناشتہ کرو پھر یہ کولی لو۔ تب تک میں کباب کا مصالحہ بنا لوں پھر ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔" از حد مصروف ہو کر بھی وہ اس کی طرف سے غافل نہیں ہوئی تھی مگر میران شاہ کا دل بہت خراب ہو رہا تھا۔ تب ہی وہ بیزاری سے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں یمنیٰ! تم جاؤ پلیز اپنا کام کرو۔ اذہان کے استقبال میں کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔"

"نہیں رہے گی۔ بس تم ٹھیک ہو جاؤ پلیز......"

وہ اس کا دل جلانے کا بھرپور سامان کر رہی تھی۔ میران شاہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

اسی روز وہ دوپہر کے قریب گھر سے نکلا تو پھر رات میں بہت دیر سے ہی گھر واپسی ہوئی تھی کو اب بھی اس کا جسم بخار میں جل رہا تھا مگر دل کی جلن اس سے بڑھ کر تھی۔ سر درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ وہ اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا مگر یمنیٰ سے نہ چاہتے ہوئے بھی ٹکراؤ ہو گیا تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں مضطرب سی صوفے پر بیٹھی وہ شاید اسی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"آ گئے تم......؟ ٹائم دیکھا ہے پورے گیارہ بج رہے ہیں...... اور پھر طبیعت بھی خراب ہے۔ کہاں اٹک گئے تھے......؟" اس کا لہجہ خالص مشرقی عورتوں جیسا تھا مگر میران کو اچھا نہیں لگا۔ تب ہی رخ پھیرتے ہوئے بیزاری سے بولا۔

"تم میری بیوی نہیں ہو جو یوں رستے میں تن کر کھڑی ہو گئی ہو۔ جاؤ جا کر کام کرو اپنا۔" کہتے ہی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو حیران و پریشان سی یمنیٰ از حد متفکر ہو کر اس کے پیچھے ہی چلی آئی۔

"کیا بات ہے مانی...... کوئی مسئلہ ہے تو پلیز مجھے بتاؤ......؟"

"کیوں بتاؤں تمہیں...... تم ہوتی کون ہو میری ذات میں دخل اندازی کرنے والی......؟" وہ اس وقت قطعی اپنے حواس میں نہیں تھا مگر یمنیٰ کمال احمد کے اعصاب ضرور جھنجلا اٹھے تھے۔ تب ہی وہ اس سے خفا ہوتے ہوئے اپنے مخصوص بارعب لہجے میں بولی۔

"لگتا ہے بخار تمہارے دماغ پر چڑھ گیا ہے۔ آج پورا دن تمہارا کمرہ سنوارنے میں صرف کیا...... اب رات تمہارا دماغ ٹھیک کرنے میں گزر جائے گی۔"

"کوئی ضرورت نہیں تمہیں میرے لیے کچھ کرنے کی۔ میں اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں۔ تم جاؤ یہاں سے۔" اضطراب چھلکاتے لہجے میں کسی حد تک غصے کی آمیزش تھی۔ تب ہی وہ دھیمے سے مسکرا اٹھی تھی۔

"تم ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے ہو کہ اپنا خیال خود رکھ سکو۔ چلو سو جاؤ چپ چاپ......" زبردستی اس کا بازو تھام کر وہ اسے بیڈ پر بٹھا چکی تھی۔

میران ہمیشہ اس کے سامنے خود کو قطعی بے بس تصور کرتا تھا۔ اس وقت بھی اپنی بے بسی پر اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

"تمہیں واقعی نہیں پتا کہ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے......" قدرے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے میران کے پاؤں جوتے کی قید سے آزاد کیے پھر اس پر کمبل ڈال دیا۔

"ہر حال میں اپنا خیال رکھتے ہیں میران جی! چھوٹی چھوٹی باتوں کی ٹینشن لے کر دل خراب نہیں کیا کرتے......" کس قدر مطمئن انداز میں اس کا سر دباتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی اور میران شاہ کا دل مچل مچل کر دعا کر رہا تھا۔

"کاش یہ راحت جو اس وقت تمہارے ہاتھوں سے مجھے پہنچ رہی ہے۔ ہمیشہ کے لیے میرا نصیب بن جائے یمنیٰ......"

"چلو۔ سو جاؤ اب، مجھے اور بھی کئی کام سر انجام دینے ہیں۔" وہ قدرے پرسکون ہوا تو یمنیٰ اس کے قریب سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سوری یمنیٰ! ایم رئیلی سوری۔" جاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر وہ گمبھیر لہجے میں بولا تو یمنیٰ مسکرا کر گڈ نائٹ کہتے ہوئے اس کے روم سے باہر نکل گئی۔

"تم کتنی اچھی ہو یمنیٰ! اور میں کتنا خود غرض ہوں۔ تمہاری خوشی کے لیے خود کو سنبھال بھی نہیں سکتا۔"

وہ مرد تھا مگر اس کی آنکھیں محبت کے دکھ سے بھر آئی تھیں۔

اگلے روز وہ اٹھا تو اس کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔ ناشتہ اس نے آمنہ بیگم کے پاس بیٹھ کر ہی کیا جب کہ یمنیٰ صبح سے صفائی میں جتی ہوئی تھی۔ حسن صاحب اور کمال صاحب بھی گھر پر ہی تھے۔ حفصہ بیگم کچن میں گھسی جانے کون کون سے پکوان تیار کر رہی تھیں۔ کاشف اور ذیشان بھی کالج نہیں گئے تھے۔ مہمانوں کو ایئرپورٹ سے لانے کی ڈیوٹی میران کے سپرد کی گئی تھی۔

وہ ابھی ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ڈور بیل بج اٹھی لہٰذا گیٹ کھولنے بھی وہی اٹھا تھا۔ دو منٹ کے بعد ہی وہ واپس لاؤنج میں آیا تو یمنیٰ کی کلاس فیلو امبر اس کے ساتھ تھی۔

یمنیٰ اسے اتنے لمبے عرصے کے بعد اپنے گھر دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔ پرانے زخم پھر سے رسنے لگے تھے۔ بڑی مشکل سے اس نے اپنی آنکھوں کو بھر آنے سے روکا تھا۔

"السلام علیکم۔" میران شاہ کی ہمراہی میں ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے ہی امبر نے سلام کیا تھا جب وہاں بیٹھے تمام لوگوں نے بڑی محبت سے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کی طرف توجہ کی۔

"السلام علیکم یمنیٰ! کیسی ہو تم......؟" اپنے سلام کا جواب پاتے ہی وہ قریب کھڑی یمنیٰ کمال کی طرف لپک آئی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو...... اور اتنے عرصے کے بعد میری یاد کیسے آ گئی تمہیں؟"

یمنیٰ کو واقعی اس کی آمد پر حیرانگی ہو رہی تھی تب ہی پوچھا تو وہ وضاحت دیتے ہوئے بولی۔

''کیوں، موڈ نہیں ہے؟ جانا ہے تو صرف تمہارے ساتھ ورنہ نہیں جاؤں گی۔''

''کیوں نہیں جاؤ گی۔ جس کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھتی ہو اسی کے ساتھ گھومنا پھرنا بھی سیکھو۔ میں نے ساری زندگی تمہاری خدمت کرنے کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔''

وہ اس لمحے اتنا بیزار ہو رہا تھا کہ یمنیٰ نہ چاہنے کے باوجود ہرٹ ہو گئی۔

''او کے سوری۔'' خوب صورت آنکھیں بھیگنے میں فقط چند پل لگے تھے۔ میران کا دل اس کے آنسو دیکھ کر دکھ سے کٹ گیا۔

''تم مجھے مار کر رہو گی دیکھ لینا۔'' سلگ کر چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے وہ غصے سے بولا تو یمنیٰ بھیگی آنکھوں کے باوجود شرارت سے مسکرا اٹھی۔

ذیشان نے چائے کے بعد اسے مارکیٹ لے جانے کی آفر کی تھی مگر اس نے منع کر دیا۔ لہٰذا میران کو آف موڈ کے باوجود اسے مارکیٹ لے جانا پڑا تھا کہ وہ اپنی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یمنیٰ نے اسے خوب ستانے اور خوار کر کے تپانے کے بعد پھر اسی کی پسند سے ذیشان کے لیے گفٹ خرید لیا تھا۔ میران کو یقین نہیں تھا کہ وہ اس کے لیے بھی اپنی پسند سے ضرور کچھ خریدے گی مگر اس وقت اسے پھر شدید ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا تھا جب وہ ذیشان کے لیے گفٹ خریدنے کے بعد اس سے مخاطب ہو کر بولی۔

''تھینک یو۔ اب گھر چلیں......؟''

وہ ہرٹ ہوا تھا مگر اس سے زیادہ یمنیٰ کی بے وفائی اور خود غرضی پر غصہ آیا تھا۔ تب ہی اسے کچھ بھی جتائے بغیر چپ چاپ صبر کے گھونٹ پیتا گاڑی میں آ بیٹھا۔

اس رات دیر تک کروٹیں بدلنے کے باوجود وہ سو نہیں سکا تھا۔ دل کی ایک ہی ضد طوفان اٹھا رہی تھی کہ اسے ہر قیمت پر یمنیٰ کمال احمد کا ساتھ چاہیے مگر وہ بے بس تھا۔ زبردستی یمنیٰ کمال احمد کے دل میں اپنی محبت ڈال کر اسے حاصل کرنا تو اسے گوارا نہ تھا نہ ہی وہ ایسا کر سکتا تھا۔ لہٰذا چپ چاپ سلگتا رہا۔

اگلے روز ان دونوں کی سالگرہ کا اہتمام پہلی بار نہایت سادگی سے گھریلو سطح پر ہی انتظام کیا گیا تھا۔ ذیشان نے تھری پیس سوٹ زیب تن کیا تھا تو میران نے کرتا شلوار پہن لیا۔ دونوں کی وجاہت دیکھنے کے لائق تھی۔ گھر کے بزرگ اس موقع پر ذیشان اور یمنیٰ کی شادی کی تاریخ بھی طے کرنے کا ارادہ کیے بیٹھے تھے اور اس بات سے وہ سب ہی واقف تھے۔

یمنیٰ کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ مسلسل اذہان کے ساتھ مصروف رہ کر اس نے ایک ایک پل میں میران شاہ کے ہزار ٹکڑے کیے تھے۔

میران نے طے کر لیا تھا کہ وہ اب پاکستان میں نہیں رہے گا کیونکہ ہزار ضبط کے باوجود یمنیٰ کو کسی اور کے ساتھ مسرور دیکھنا اس کی برداشت سے باہر تھا۔ آج کل اس کا زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا۔ عدنان شاہ اور انزلہ شاہ دونوں اذہان کے ساتھ ہی اس کی شادی کے حامی تھے۔

آج کی تقریب کے لیے یمنیٰ نے ساڑھی کا انتخاب کیا تھا اور یہ پہلا موقع تھا جب اس نے اذہان کی پسند پر میران کی پسند کو ترجیح دی تھی کیونکہ ذیشان کو شارٹ شرٹ اور ٹراؤزر ہی اچھا لگتا تھا یا جینز جب کہ میران شلوار قمیص اور ساڑھی پسند کرتا تھا۔

وہ حیران ہوا تھا کہ اتنے خاص موقع پر یمنیٰ نے اذہان کی بجائے اس کی پسند کا خیال کیوں رکھا؟

اس وقت وہ تینوں ایک ہی صوفے پر ساتھ ساتھ بیٹھے تھے جب اذہان نے محبت پاش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آج میں بہت خوش ہوں یمنیٰ! تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ میرے دل میں تمہارے لیے کتنی محبت پیدا ہو گئی ہے۔ اب تو ایک پل بھی تمہارے بغیر جینا محال لگتا ہے۔ تم واقعی بہت عظیم لڑکی ہو۔ سچ کہتا ہوں پتہ نہیں وہ کون سا منحوس وقت تھا جب میں تمہیں ہرٹ کر کے چلا گیا تھا۔ سوری یمنیٰ رئیلی ویری سوری۔''

یمنیٰ اس کے الفاظ پر دل کشی سے مسکرائی تھی جب کہ میران ایک لمحے میں اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''تم کہاں جا رہے ہو...... کیک نہیں کاٹنا کیا......؟'' وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جب وہ بولا۔

''نہیں۔ میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔''

''تو کیا ہوا میں سر دبا دیتی ہوں۔ ابھی پاپا آ جائیں گے تو کیک بھی کٹ جائے گا۔ ساری تیاری تو مکمل ہے۔''

میران اس کے معاملے میں خود کو قطعی بے بس تصور کر رہا تھا۔ کتنی ظالم تھی وہ چوٹ پہنچا کر تماشہ بھی سرعام دیکھنا چاہتی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں احمد صاحب آفس سے لوٹ آئے تو حفصہ بیگم اور آمنہ بیگم نے ٹیبل پر کیک کے ساتھ ساتھ دیگر لوازمات بھی سجا دیئے جو آج دن بھر کی محنت کے بعد انہوں نے مل کر تیار کیے تھے۔ سب کے چہروں پر سچی خوشی کے رنگ چھلک رہے تھے۔

احمد صاحب فریش ہو کر حسن صاحب کے ساتھ ہی صوفے پر آ بیٹھے تھے۔ تب اذہان اور میران اکٹھے اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل کے قریب چلے آئے۔

آمنہ بیگم اور حفصہ بیگم بھی ان دونوں کے سائیڈ میں کھڑی تھیں۔ کیک پر اذہان نے بڑا ہونے کے ناطے پہلے چھری چلائی تھی اور کیک پیس آمنہ بیگم کے منہ میں ڈالا جب کہ میران نے اس کے ہاتھ سے چھری لے کر دوسرے نمبر پر ایک بڑا سا پیس کاٹا اور تالیوں کی گونج میں پہلے حفصہ بیگم کے منہ میں دینے کے بعد باقی بچا ہوا پیس یمنیٰ کے منہ میں ڈال دیا۔ بعد میں انزلہ شاہ کو الگ سے ایک پیس کاٹ کر کھلا دیا۔ دونوں کی آنکھوں میں اس وقت دل کا عکس جھلملا رہا تھا۔

کیک کے بعد کھانے کا دور شروع ہوا۔ اس سے رخصت پائی تو ذیشان نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے اچانک چھوٹی سی فرمائش کا اظہار کر دیا۔

''مما! اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں یمنیٰ کو اپنے نام کی انگوٹھی اپنے ہاتھ سے پہنا دوں......؟''

''ہاں بیٹے! اس میں اجازت کی کیا بات ہے......؟''

احمد صاحب نے فوراً اجازت دے ڈالی تھی تاہم حفصہ بیگم کا دل اس کی طرف سے صاف نہیں تھا جب سے یمنیٰ کی دوست امبر نے اذہان کے جھوٹ کا بتایا تھا تب سے وہ اس رشتے کے حق میں نہیں رہی تھیں اور اس بات کا اظہار انہوں نے احمد صاحب سے بھی کر دیا تھا مگر وہ اپنی زبان سے کسی طور پھرنے کو تیار نہیں تھے سو انہیں ڈپٹ کر چپ کرا دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ اذہان یمنیٰ کا ہاتھ تھام کر اس میں اپنے نام کی انگوٹھی پہناتا وہ بول اٹھی۔

''ایکسکیوز می۔ ابھی سالگرہ کا گفٹ تو میں نے تمہیں دیا ہی نہیں۔'' گداز لبوں پر عجیب سی سرور کن مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ میران کے لیے اس لمحے خود کو سنبھالنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

''تو دے دو ناں یار! اتر سا کیوں رہی ہو......؟'' اذہان دھیمے سے ہنسا جب وہ بھاگ کر اپنے کمرے سے ایک چھوٹا خوب صورت پیکٹ اٹھا لائی۔

''یہ لو جناب! ابھی سب کے سامنے ہی کھول کر دیکھ لو......''

''کیوں...... کوئی بم وغیرہ ہے کیا......؟'' آہستہ سے گفٹ تھام کر اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا جب وہ بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

''شاید۔ کھولو گے تو پتہ چلے گا......''

ذیشان کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں کا تجسس بھی قدرے بڑھ چکا تھا۔ میران انہیں ایک دوسرے میں مصروف دیکھ کر وہاں سے ہٹنا چاہتا تھا مگر یمنیٰ نے بروقت اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔ اگلے چند لمحوں میں ذیشان نے پیکٹ چاک کیا تو قطعی غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں گفٹ کے طور پر کوئی دل کو چھو لینے والی چیز نہیں تھی بلکہ چند تصویریں اور خطوط تھے جو سب کے سامنے اس کی رسوائی کا باعث بنے تھے۔

ذیشان کی یورپین بیوی اور اس سے دو بچوں کی کتنی ہی خوب صورت تصویریں پھیل کر فرش پر بکھری پڑی تھیں اور وہ شاکڈ انداز میں انہیں دیکھتا گویا زمین میں دھنستا جا رہا تھا۔

''کیا ہوا اذہان...... کیا گفٹ پسند نہیں آیا......؟'' وہاں موجود دیگر لوگوں کے حال سے یکسر بے نیاز اس نے پھر دل جلے انداز میں پوچھا تو وہ بول اٹھا۔

''شٹ اپ۔ یہ سب بکواس ہے تمہاری گھٹیا چال ہے۔ یقیناً کسی کے ساتھ مل کر یہ گھٹیا منصوبہ بنایا ہو گا تم نے۔ چھ سال پہلے کا بدلہ لے رہی ہو تم میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' پھنکار کر لپکتے ہوئے وہ اس کی طرف بڑھا تو میران نے اس کا گریبان تھام لیا۔

''اپنی حد میں اذہان! میں پھر تمہیں یمنیٰ کے شفاف دامن پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی موقع نہیں دوں گا۔''

''شٹ اپ۔ خوب سمجھتا ہوں اس لڑکی کے شفاف دامن کو۔ پہلے مجھے پھانسنے کی کوشش کرتی رہی۔ میں دام میں نہیں آیا تو گھر سے باہر نقب لگانے شروع کر دیئے پھر بھی تسلی نہیں ہوئی تو تمہیں بے وقوف بنا لیا۔ یہ لڑکی اب اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔''

سب کی توجہ خود سے ہٹانے کے لیے وہ جان بوجھ کر شور کر رہا تھا۔ تاہم اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا۔ اس کے قریب ہی کھڑی حفصہ بیگم نے جا کر ایک تھپڑ اس کے چہرے پر رسید کیا۔

''بس۔ بہت بکواس کر چکے ہو تم۔ بہت کیچڑ اچھال چکے میری معصوم بچی کے دامن پر...... اب اور نہیں۔'' ان کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب یمنیٰ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔

''مما! میں جانتی تھی یہ ایک ہی ردعمل کرے گا۔ بھلا چور نے بھی کبھی آسانی سے اپنی چوری تسلیم کی ہے۔ اسی لیے میں نے اس کی یورپی بیوی کو واپس لندن جانے نہیں دیا۔ اسے قدرت کا انصاف کہہ لیں یا اذہان صاحب کی بدقسمتی کہ ان کی یورپی بیوی میری ایک کالج فرینڈ کی دوست نکل آئیں۔ وہ آج کل میری فرینڈ کی فرمائش پر ہی وہ پاکستان آئی ہیں۔ میری ان سے قطعی اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی مارکیٹ میں۔ ابھی چند روز قبل میں اپنی دوست کے بلاوے پر اس کے گھر گئی تو اس کی دوست نے مجھ سے اذہان کے متعلق پوچھ لیا۔ میری دوست نے چونکہ اذہان کو دیکھا ہوا تھا۔ اس لیے اپنی فرینڈ کے پاس اس کے البم میں اذہان کی تصویریں دیکھ کر اسے فوراً پہچان گئی اور تصدیق کے لیے مجھے فون کر کے بلا لیا۔ آپ لوگ شاید یقین نہ کریں مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ صاحب وہاں یورپ میں دو بیویاں بھگتا چکے ہیں۔ ایک بیوی سے ان کے دو بچے بھی ہیں۔ میں نے آج کی تقریب میں انہیں بھی مدعو کیا ہے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر میں پہنچنے والی ہوں گی۔''

اس کے چہرے پر اس لمحے کسی بھی قسم کے ملال کی بجائے ایک عجیب سا اطمینان دکھائی دے رہا تھا۔ حسن صاحب' احمد صاحب' آمنہ بیگم' حفصہ بیگم' انزلہ' عدنان' کاشف سب کے چہرے بے یقینی کی تصویر بنے دکھائی دے رہے تھے۔

اذہان کے لیے وہاں مزید کھڑے رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔ سو شعلہ بار نگاہوں سے یمنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

''ہاں۔ ہوں میں ایسا...... کسی کو کوئی تکلیف ہے مجھ سے......؟ میری اپنی زندگی ہے جیسے چاہوں بسر کروں سنا تم نے......''

ملامت کا اثر فوراً زائل ہو گیا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنے کمرے میں مقید ہو کر رہ گیا۔ وہ بیٹا جس کی فرماں برداری اور شرافت کی وہ مثالیں دیتے نہیں تھکتے تھے۔ آج اسی کی زندگی کے بارے میں اتنے شرمناک انکشاف نے ان کے سر ندامت سے جھکا دیئے تھے۔ آمنہ بیگم سر تھام کر وہیں قریبی صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔ حفصہ بیگم کا اپنا حال دیکھنے والا تھا۔ حسن صاحب شدید اشتعال میں اذہان کو اپنی جائیداد سے عاق کرنا چاہ رہے تھے مگر احمد صاحب اور دیگر لوگوں نے انہیں ٹھنڈا کر دیا۔

✦......✿......✦

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔

رخصت ہوتے دسمبر کی اداس شام میں ماحول میں عجیب سے بوجھل پن کے احساس کو بڑھا رہی تھیں۔

میران گھر میں داخل ہوا تو نظر بے ساختہ اوپر ٹیرس پر اداس کھڑی یمنیٰ کمال احمد کے خوب صورت سراپے پر جا پڑی جو دھیرے دھیرے ڈوبتے سورج کے اداس نظارے کو دیکھتے ہوئے خود بھی اسی ماحول کا ایک حصہ لگ رہی تھی۔ شاید تب ہی وہ اپنا بلیک کوٹ بائیں کندھے پر ڈالے سست روی سے چلتے ہوئے اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

''یمنیٰ......''

''ہاں......؟'' اس کی مدہم پکار پر بنا مڑے وہ بولی تھی جب وہ اس کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔

''اذہان کے جانے پر ملول ہو......؟''

''ہاں......''

''اس کی اتنی بے وفائیوں کے باوجود......؟'' وہ پوچھ رہا تھا مگر یمنیٰ نے اس کی طرف نگاہ نہیں کی۔ بنا پلٹے ہی وہ پھر بولی تھی۔

''ہاں۔''

''تو پھر تم نے ایسا کیوں کیا......؟'' اس بار وہ الجھا تھا۔ تب ہی یمنیٰ کمال احمد کا لہجہ بے حد فریش تھا۔

''یہ سب ضروری تھا مانی! اس شخص نے میرا کردار داغ دار کیا تھا۔ خدا نے اس کی اصلیت کو سب کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید میں زندگی میں کبھی خود سے نظر نہ ملا پاتی۔''

''اب کیا کرو گی......؟'' جانے کس آس کے تحت اس نے پوچھا تھا جب وہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''تمہاری شادی...... تم کہتے تھے ناں جس دن تمہیں میری جیسی لڑکی مل گئی اسی روز تم شادی کر لو گے۔ اب میں تمہارے لیے اپنے جیسی لڑکی ڈھونڈ کر رہوں گی۔''

''مجھے نہیں کرنی کسی سے شادی وادی۔ تم برائے مہربانی مجھ پر یہ احسان رہنے دو۔'' وہ سلگا تھا جب وہ لطف لیتے ہوئے بولی۔

''احسان کیسا؟ میں تمہیں اب مزید ادھر ادھر بھٹکتے نہیں دیکھ سکتی۔ اسی لیے آنٹی سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

''شٹ اپ۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ خدا کے واسطے سکون سے جینے دو مجھے۔'' تپ کر رخ پھیرتے ہوئے وہ غصے سے بولا تو یمنیٰ دھیمے سے مسکرا دی۔

''سکون سے جیتے ہی تو دیکھنا چاہتی ہوں تمہیں۔'' لب کے نگاہوں میں پیار لیے اس نے میران کی طرف دیکھا تو اس نے ایک دم جذباتی ہوتے ہوئے اس کا بازو تھام لیا۔

''یمنیٰ! میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتا۔'' ایک لمحے میں پچیس برسوں کا ضبط ٹوٹا تھا۔ یمنیٰ حیرت سے اس کی جرأت دیکھتی رہ گئی تھی۔

''میری ہو جاؤ ناں یمنیٰ! خدا کی قسم بہت خوش رکھوں گا......'' قطعی بے بس ہو کر اس نے زبردستی یمنیٰ کو اپنے قریب کر لیا تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب اس کے دل کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں۔

''اذہان میں ایسا کیا ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔ میری طرف دیکھو ناں یمنیٰ۔ سر سے پاؤں تک اسی کی تصویر ہوں۔ اب تک دل ہی دل میں تمہاری پرستش کرتا رہا ہوں۔ تمہاری خوشی کے لیے کبھی اپنے لب نہیں کھولے...... مگر اب...... اب میں تم سے الگ نہیں رہ سکتا۔ خدا کے واسطے میرے احساسات کو سمجھنے کی کوشش کرو پلیز۔''

اس کا حال اس لمحے دیکھنے والا تھا۔ یمنیٰ نے اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

''تمہیں پتہ ہے میران! میں بہت روز پہلے ہی اذہان کے بارے میں سب کچھ جان گئی تھی۔ جس روز مجھے اس کی اصلیت کا پتا چلا تھا۔ اس روز میں حیرت تو ہوئی تھی مگر میری آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ نہیں ٹپکا...... جانے کیوں؟'' فوراً اس نے پوچھا تھا جب وہ آہستہ سے رخ پھیرتے ہوئے بولی۔

''کیونکہ...... اسی روز مجھ پر انکشاف ہوا تھا کہ اس سے میری محبت ایک تماشے کے سوا اور کچھ نہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''پتہ نہیں۔ بس اتنا پتا ہے کہ میں محبت کے حقیقی رنگ کو پہچان نہیں سکی۔ خوشیاں میری مٹھی میں تھیں مگر میں انہیں اس شخص کی آنکھوں میں تلاشتی رہی جو کبھی بھی صرف میرا نہیں ہو سکتا تھا۔ محبت کے کرشمات واقعی بڑے عجیب ہوتے ہیں مانی۔ آخری ٹائم تک اپنے نفع و نقصان کا پتہ نہیں چلتا۔'' کھلے بال پشت پر بکھرائے وہ جانے کون کون سے انکشاف کرنا چاہ رہی تھی۔ میران چپ چاپ اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''آئی ایم سوری مانی! میں نے ہمیشہ تمہیں تنگ کیا۔ کبھی تمہارے احساسات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر کر لیتی تو شاید اذہان کی طرف سے اپنے دامن پر لگے پہلے الزام کے بعد کبھی اس کا ذکر سننا بھی پسند نہ کرتی۔ پتہ ہے مانی پہلے میں اس کی نگاہ میں بچنے کے لیے رل رہی تھی مگر اب...... وہ میرے لیے رو رہا ہے۔ وہ توجہ جس کے لیے میں ہمیشہ ترستی رہی آج اس کی وہی توجہ مجھے حاصل ہے مگر......''

''مگر کیا یمنیٰ......؟'' وہ بے قرار ہوا تھا۔ جب وہ سرد آہ بھر کر اپنی ادھوری بات مکمل کرتے ہوئے بولی۔

''مگر اب دل کے تقاضے بدل گئے ہیں۔ وہ فطرتیں وہ عادتیں جو میں اذہان میں دیکھنا چاہتی تھی وہی فطرتیں وہی عادتیں کسی اور شخص کے مزاج کا حصہ ہیں اور جانتے ہو مانی وہ شخص کون ہے؟''

''کون ہے؟'' میران شاہ کا چہرہ اس وقت دیکھنے والا تھا تب ہی وہ کچھ لمحے خاموش رہ کر بولی تھی۔

''وہ شخص میری محبت ہے۔ اگر وہ میری زندگی میں نہ ہوتا تو شاید میں ری کبھی زندہ رہنے کا ہنر نہ جان سکتی۔ اسی نے مجھے بتایا ہے مانی کہ محبت کبھی آپ سے کچھ لیتی نہیں بلکہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ دیتی ہے۔ حقیقتاً میں اب تک اذہان میں اسی کی صورت تلاشتی رہی ہوں۔ تم ملو گے اس سے؟'' اس کے چہرے پر گہرا سکون بکھرا دکھائی دے رہا تھا۔ میران کے اندر کچھ جیسے کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا۔

''نہیں۔'' بہت آہستہ سے کہہ کر وہ پلٹا تو یمنیٰ نے چپکے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''کیوں......؟ دیکھنا نہیں چاہو گے؟ وہ کون ہے جسے میں اذہان سے بھی زیادہ پیار کرتی ہوں۔''

''نہیں۔''

''کیوں نہیں؟'' اسے بے ساختہ اس لمحے میران شاہ پر ڈھیروں پیار آیا تھا۔

''پتہ نہیں۔'' دھیرے سے کہہ کر میران نے اپنا ہاتھ چھڑایا تو وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

''نہیں تو نہ سہی۔ میں ابھی جا کر آنٹی سے بول دیتی ہوں آپ کے لاڈلے بیٹے کو آنسہ یمنیٰ کمال احمد کی رفاقت قبول نہیں۔''

''کیا......؟'' اس کے شوخ الفاظ پر ایک لمحے سے قبل وہ پلٹ کر چلایا تھا جب وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''جی ہاں۔ یہی وہ موصوف ہیں جو چوری چوری چپکے چپکے دل کی وادی میں واردات کر گئے اور ہمیں پتہ تک نہ چل سکا۔''

اس لمحے اس کی آنکھوں میں ہزاروں جگنو چمک رہے تھے۔ میران شاہ خوشگوار حیرانگی سے قدرے بے یقین انداز میں ٹکر ٹکر اس کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔

''پھر سے کہنا......''

''کیوں کہوں پھر سے۔ ایک بار کا کہا سنائی نہیں دیتا کیا؟'' اس بار وہ شرارت سے اس پر مصنوعی رعب ڈالتے ہوئے بولی تو میران لپک کر اس کے قریب آ گیا۔

''تمہارا مطلب ہے تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟''

''ہاں۔ دو چار کو لاؤں یا اسٹامپ پیپر پر لکھ دوں؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ میران کے اندر باہر جیسے روشنی سی بکھر گئی۔

''یمنیٰ! تھینک یو سو مچ۔''

اگلے ہی لمحے وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بے اختیار ہوا تو یمنیٰ نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

''بس بس۔ اب زیادہ رومینٹک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے چھوٹے موٹے احسان ہم اکثر کرتے رہتے ہیں۔ بس آپ ہمیں تاعمر خوش رکھنے کا اپنا وعدہ نبھائیے گا۔ ہم انشاءاللہ آپ پر اپنی بے لوث چاہتیں بے دریغ لٹاتے رہیں گے۔''

کتنی خوش دکھائی دے رہی تھی وہ اس لمحے۔ میران کی زندگی میں جیسے ایک دم سے بہار آ گئی تھی۔

''جتنا تم نے مجھے ستایا ہے۔ اتنا ہی میں تمہیں ستاؤں گا پھر ہی بات شروع کریں گے۔'' لمحوں میں وہ جیسے ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ یمنیٰ نے اسے محبت پاش نگاہوں سے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا کر مسکرا دی کہ اب واقعی اسے اپنی بے لوث چاہت کی صحیح قدر کرنے والا ساتھی میسر آ گیا تھا۔

✿